© rasailojaraid.com

مرتبہ: جمعیت اہلحدیث سیالکوٹ

مجوزہ شریعت بل پر ایک مذاکرہ

اہلحدیث کے نقطۂ نظر سے

ع: السلام علیکم۔ جناب ہم دونوں مسلک اہلِ حدیث سے تعلق رکھتے ہیں، آجکل شریعت بل کے بارے میں بڑی بحث ہو رہی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بل عین ہمارے مسلک کے مطابق ہے۔ جبکہ آپ کے خیال میں یہ سراسر مسلک اہلحدیث کے خلاف ہے۔ آپ کے پاس اپنے موقف کے حق میں کیا دلائل ہیں۔

س: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ۔ دیکھئے صاحب مسلک اہلحدیث کا مطلب یہ ہے کہ زندگی کے تمام شعبوں میں ہم صرف اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی غیر مشروط اطاعت کریں، اور صرف کتاب و سنت کو دینی رہنمائی کا ماخذ سمجھیں۔ اللہ کا ارشاد ہے (ترجمہ) "کسی مومن مرد یا عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے فیصلے کے بعد کسی اور چیز کو اختیار کرے"۔ (سورۂ احزاب) اور نبی کریمؐ کا فرمانِ مبارک ہے۔ (ترجمہ) "میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ جب تک تم انہیں مضبوطی سے پکڑے رہو گے۔ گمراہ نہ ہو گے۔ کتاب اللہ اور میری سنت

چنانچہ اس مضمون کی متعدد آیات و احادیث کی روشنی میں حافظ ابن قیمؒ نے لکھا ہے۔

"فی الحقیقت اصولِ دین صرف دو ہیں۔ اس سے زیادہ نہیں اللہ کا کلام اور رسولؐ کا فرمان۔ جو چیز بھی انکے سوا ہے وہ انہی پر لوٹائی اور پرکھی جائے گی"۔ (اعلام الموقعین جلد ۱ صفحہ ۲۷۵) اور شاطبیؒ نے کہا ہے "شریعت مکمل ہو چکی ہے۔ اب اس میں کوئی کمی یا زیادتی نہیں ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اللہ نے فرمایا ہے۔ کہ میں نے تمہارے لیے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمت کو پورا کر دیا۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک فوت نہیں ہوئے جب تک آپ نے وہ تمام دینی و دنیاوی امور بیان نہیں کر دیئے جن کی زندگی میں ہمیں ضرورت ہے"۔ (الاعتصام جلد ۱ صفحہ ۴۹-۴۸)

لہذا دین و شریعت کو سمجھنے کے لیے کتاب و سنت کی رہنمائی کافی ہے۔ جب کہ مجوزہ شریعت بل میں یہ کہہ کر کہ شریعت سے مراد کتاب و سنت ہیں۔ دفعہ نمبر ۲ (ج) کی "توضیح" میں یہ قرار دیا گیا ہے کہ کتاب و سنت کے احکام کی تعبیر کے لیے سنت خلفائے راشدین، تعامل صحابہ و اہلبیت، فقہا کی آراء وغیرہ سے رہنمائی حاصل کی جائے گی۔ اہلحدیث کا مسلک یہ ہے کہ کتاب و سنت خود ہمارے رہنما ہیں۔ انہیں سمجھنے کے لیے فقہا اہلبیت حتیٰ کہ صحابہؓ کی آراء اور عمل کے ہم پابند نہیں۔ بلکہ صحابہ، فقہا، اہلبیت اور ہم سب کتاب و سنت کے پابند ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس بل میں چونکہ کتاب وسنت کی تعبیر کو ان چیزوں کا پابند کر دیا گیا ہے۔ اس لیے یہ اہلحدیث کے لیے قابلِ قبول نہیں۔ اگر آپ کے نزدیک کتاب وسُنّت کے علاوہ کتاب وسُنّت ہی کی روشنی میں دین وشریعت کا کوئی اور ماخذ ہو تو بتائیں۔

ع میں بھی اس بات کا قائل ہوں کہ شریعت صرف کتاب وسُنّت کا نام ہے۔ اور بل میں بھی شریعت سے مُراد کتاب وسُنّت ہی لی گئی ہے۔ جہاں تک دفعہ ۲ (ج) کی "توضیح" میں شامل امور کا تعلق ہے۔ انکے بارے میں آپ کو یہ بات سمجھنی چاہیئے کہ وہ شریعت کی تعبیر اور اس کو سمجھنے کے لیے نہیں بلکہ احکام شریعت یعنی فقہ کو سمجھنے کے لیے ہیں۔ یعنی شریعت کو سامنے رکھ کر جب ہم فتوے دیں گے، مسائل نکالیں گے۔ فقہ تیار کریں گے تو فقہا کی آراء، تعامل صحابہؓ واہلِ بیت وغیرہ کی روشنی میں کریں گے۔ ہم سلفی اسی لیے کہلاتے ہیں کہ ہم کتاب وسُنّت کی تعبیر کے لیے سلف سے رجوع کرتے ہیں۔ فتاوٰی ابن تیمیہ، فتاوٰی نذیریہ، فتاوٰی ثنائیہ، فتاوٰی محدث روپڑی وغیرہ سب میں ائمہ کے حوالے موجود ہیں خود آپ نے اپنی تائید میں ابنِ قیمؒ وغیرہ کے حوالے پیش کیے ہیں۔ گویا آپ بھی ان بزرگوں سے رہنمائی لینے کے قائل ہیں۔

س۔ شریعت ایک جامع چیز ہے جس میں عقائد، احکام، معاملات، اخلاق وغیرہ شامل ہیں۔ گویا احکام شریعت، شریعت ہی کا حصہ ہیں، اس سے الگ نہیں جب آپ نے احکام شریعت کو سمجھنے کے لیے کتاب وسُنّت کے علاوہ دیگر چیزوں کی رہنمائی مان لی تو گویا آپ نے شریعت کے اہم ترین حصہ کو سمجھنے کے لیے ان چیزوں کا رہنما ہونا تسلیم کر لیا۔ آپ اہلحدیث نہ رہے۔ اہلحدیث سلفی اس لیے نہیں کہلاتے کہ وہ کتاب وسُنّت کی تعبیر کے لیے بزرگوں کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ وہ اس لیے سلفی کہلاتے ہیں کہ ائمہ اور بزرگوں کا طریقہ یہی تھا کہ وہ دین وشریعت کو سمجھنے کے لیے صرف کتاب وسُنّت کو ماخذ اور رہنما مانتے تھے، اور ہم اہلحدیث بھی صرف کتاب وسُنّت کو شریعت اور اُس کے احکام کا ماخذ ومنبع اور اپنا رہنما مانتے ہیں۔ یہی صحابہ اور سلف صالحین کا طریقہ تھا اور یہی ہمارا طریقہ ہے۔ ہمارے اکابر کے فتاوٰی میں بھی ائمہ سلف کے صرف وہ تائیدی حوالے ملیں گے جو کتاب وسُنّت کے مطابق ہیں۔ اور میں نے بھی اپنی گذشتہ گفتگو میں صرف وہی حوالے پیش کیے ہیں۔ جو کتاب وسُنّت کے مطابق ہیں۔ ابنِ قیمؒ وغیرہ کا حوالہ پیش کرنے پر آپ نے اعتراض تو کیا ہے۔ مگر یہ یاد نہیں رکھا کہ ابنِ قیمؒ نے اسی حوالہ میں کہا ہے کہ "جو چیز بھی ان (کتاب وسُنّت) کے سوا ہوگی وہ انہی پر لوٹائی اور پرکھی جائے گی"۔

ش۔ آپ بار بار کتاب وسُنّت کو شریعت کا ماخذ قرار دیتے ہیں۔ ابتدائی شریعت بل کی دفعہ ب میں بھی اسے شریعت کا اصل ماخذ قرار دیا گیا تھا۔ "اصل ماخذ" کا مطلب یہ ہوا کہ شریعت کے ماخذ کتاب وسُنّت کے علاوہ کچھ اور بھی ہیں اور کتاب وسُنّت کو شریعت کا "ماخذ" قرار دینے کا مطلب یہ ہوا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہ کتاب و سنت شریعت سے کوئی مختلف چیز ہے۔ کیونکہ ماخذ اور ماخوذ جس سے کوئی چیز نکلے اور جو چیز کسی سے نکالی جائے ہم مختلف ہوتے ہیں۔ ہم نے شریعت میں کتاب و سنت کو شریعت کا ماخذ قرار دینے کی بجائے عین شریعت قرار دیا ہے۔ آپ ماخذ اور ماخوذ کا فرق سمجھنے کی کوشش کریں۔ ماخذ کی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہوتی۔ اگر آپ کتاب و سنت کو شریعت کا ماخذ قرار دیں گے۔ تو ان کی کوئی قانونی حیثیت نہ ہوگی۔ پھر یہ نافذ کیسے ہوں گے؟

س: کتاب و سنت شریعت بھی ہیں اور احکام شریعت کا ماخذ بھی یعنی ماخذ اور ماخوذ میں آپ جو زمین و آسمان کا فرق بتا رہے ہیں۔ وہ محض ایک فرضی و قیاسی بات ہے جس کی کوئی بنیاد نہیں۔ آخر شریعت اور دین کے احکام ہمیں کتاب و سنت سے معلوم نہ ہوں گے تو کہاں سے ہوں گے یہی وہ دو ماخذ، منبع اور SOURCE ہیں جن سے احکام شریعت معلوم ہوتے ہیں۔ ہمارے سلف اور اکابر کا شیوہ اور مشورہ بھی یہی رہا ہے کہ تخرج الاحکام من حیث اخذ ھا من الکتاب والسنۃ۔ احکام شریعت براہ راست وہاں سے لو جہاں سے ائمہ و علمائے حق نے لئے یعنی کتاب و سنت سے کیونکہ کتاب و سنت کو شریعت اور احکام کا ماخذ مانتے تھے۔ یہ اصولِ فقہ کی کتاب مسلم الثبوت دیکھیں اس میں اور اصولِ فقہ کی دوسری کتابوں میں بھی کتاب و سنت کو شریعت کا ماخذ مانا گیا ہے گو ان کے ساتھ دیگر ماخذ بھی بتلائے گئے ہیں۔ آپ لوگوں کو ماخذ اور ماخوذ کے خود ساختہ چکر میں ڈال کر تلبیس اور دھوکے سے کام نہ لیں کتاب و سنت کو تو اہل فقہ نے بھی ماخذ مانا ہے۔ گو ان کے ساتھ دوسرے ماخذ جوڑ دیئے ہیں پھر آپ کا یہ کہنا ہے کہ کتاب و سنت شریعت کے ماخذ ہیں خود شریعت ہیں۔ کیا معنے رکھتا ہے؟ نیز "اصل ماخذ" کا بھی یہ مطلب نہ تھا کہ ان کے علاوہ کوئی اور ماخذ بھی ہیں۔ یہ بات تو ابن تیمیہؒ کے مذکورہ حوالہ سے بالکل صاف ہو جاتی ہے کہ الاصول فی الاصل اسنان اصولِ دین و شریعت حقیقت میں صرف دو ہیں۔

ع:- دیکھئے نہ تو آپ ماخذ و ماخوذ کے فرق پر غور کر رہے ہیں۔ اور نہ شریعت اور احکام شریعت یا فقہ کے فرق پر کتاب و سنت شریعت ہیں، مگر یہ کی "توضیح" میں احکام شریعت کی تعبیر کے لئے کچھ چیزوں کی رہنمائی کا ذکر ہے۔ میں پھر عرض کرتا ہوں۔ کہ ماخذ کی کوئی قانونی حیثیت ہی نہیں اگر آپ کتاب و سنت کو شریعت کا ماخذ قرار دیتے ہیں۔ تو یہ عملاً نافذ کیسے ہوں گے۔

س:- آپ دراصل لفظی کھیل کھیلنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ دوسرے آپ بات کو دہراتے جب ہیں اور پھر مجھے بھی اپنی بات دہرانا پڑتی ہے۔ ماخذ اور ماخوذ کے فرق کے عملی نتیجہ کو ایک مثال سے سمجھیں؟ توحید اور اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اسلام کی دو اہم بنیادیں ہیں۔ ان کا ماخذ قرآن و سنت ہیں یعنی قرآن و حدیث ہی سے ہمیں ان کی اہمیت و ماہیت معلوم ہوتی ہے اسی طرح اسلام کے دوسرے عقائد اور شریعت کے تمام احکام ہمیں قرآن و حدیث سے معلوم ہوتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں یہ سب قرآن و سنت سے ماخوذ ہیں اور قرآن و سنت ان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کا ماخذ ہے۔ ماخوذ اور ماخذ کا بس اتنا ہی فرق ہے کہ ایک حکم ہے۔ اور ایک ایسے معلوم کرنے کا منبع اور Source ہے ملک میں ماخذ (کتاب و سنت) کو نافذ کر دیا جائے۔ یا ماخوذ (شریعت) کو بات ایک ہی ہے۔ اسی طرح اگر ہم "شریعت نافذ کرو" کی بجائے "احکامِ شریعت نافذ کرو" کہہ دیں تو بات ایک ہی ہے۔ آپ لوگوں پر یہ ظاہر کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ کہ ماخذ اور ماخوذ میں (شریعت اور احکامِ شریعت میں) زمین آسمان کا فرق ہے۔ مگر یہ مغالطہ آمیزی ہے۔ جب ماخذ نافذ کرنے سے ماخوذ خود بخود نافذ ہو جاتا ہے۔ تو عملاً ان میں فرق صفر کے برابر ہے۔ آپ کا یہ کہنا بھی غلط اور مبالغہ آمیز ہے۔ کہ ماخذ کی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہوتی شریعت کا نفاذ قرآن و سُنت کے نفاذ کے مترادف ہے۔ تو شریعت نافذ ہونے سے کتاب و سُنت ہی نافذ ہوگی۔ اور کیا نافذ ہوگا۔ ؟ صرف کتاب و سُنت ہی کو شریعت اور اس کے احکام کا قانوناً ماخذ مان لینے ہی سے تو وہ نافذ ہوں گے۔ البتہ اگر توضیح کے نام پر انہیں کچھ چیزوں کا پابند بنا دیا جائے (جیسا کہ مجوزہ ترمیمی شریعت بل میں کیا گیا ہے) تو یہ کہنا درست ہوگا۔ کہ "شریعت سے مراد کتاب و سُنت ہے" کے الفاظ کی کوئی قانونی و عملی حیثیت نہیں۔ کیونکہ جب شریعت کے احکام کی تعبیر کتاب و سُنت سے ہٹ کر فقہا کی آراء وغیرہ کی روشنی میں کی جائے گی۔ تو یہ الفاظ "توضیح" کی شِق کی وجہ سے اسے روک نہیں سکیں گے۔

ع۔ بات پر پھر غور کرلیں۔ آپ نہ تو شریعت اور احکام شریعت میں فرق کرتے ہیں۔ اور نہ "رہنمائی" اور "پابندی" کے الفاظ میں۔ شریعت بل میں یہ کہا گیا ہے۔ کہ فقہا کی آراء، تعاملِ اہلبیت و صحابہ اور اجماع وغیرہ سے احکام شریعت کی تعبیر میں رہنمائی (Guidance) حاصل کی جائے گی۔ ان کی پابندی نہیں ہوگی۔ رہنمائی تو سب حاصل کرتے ہیں۔ خود قرآن نے کہا ہے۔ فاسئلوا اہل الذکر..... الخ اگر تم نہیں جانتے تو علم والوں سے پوچھ لو۔ اور حدیث میں ہے انما شفاء العی السؤال۔ جو خود جاننے سے عاجز ہے۔ اس کا علاج (علماء سے) سوال کرنا ہے رہنمائی حاصل کرنے میں کوئی حرج نہیں البتہ پابندی ہم صرف اسی چیز کی کریں گے۔ جو کتاب و سُنت کے مطابق ہوگی اس رہنمائی کی مثال عدالتی نظیریں ہیں۔ ایک عدالت دوسری عدالت کے فیصلوں سے مدد اور رہنمائی حاصل کرتی ہے، مگر اس کی پابند نہیں ہوتی۔

س میں نے خوب غور کرلیا ہے۔ آپ بھی ذرا غور کریں۔ شریعت و احکامِ شریعت اور ماخذ و ماخوذ کے درمیان آپ کے کیے ہوئے مصنوعی فرق کی حقیقت تو میں بیان کر چکا ہوں۔ اب اسے نہ دھرائیں۔ عملاً اور نفاذ کے لحاظ سے ان میں کوئی فرق نہیں۔ بالکل اسی طرح آپ کا "رہنمائی" اور "پابندی" میں فرق بھی صرف لفظی اور مصنوعی فرق ہے۔ عملی اور حقیقی فرق نہیں۔ یاد رکھیے۔ آپ شریعت بل کی بات کر رہے ہیں جسے آپ عدالتوں کے ذریعہ قابلِ نفاذ قانون کی حیثیت دینا چاہتے ہیں۔ آپ مسجد اور مدرسہ میں بیٹھ کر تو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سکتے ہیں۔ کہ فلاں چیز سے "رہنمائی" حاصل کریں گے۔ مگر اس کی پابندی نہیں کریں گے۔ مگر عدالت جب کتاب و سنت کے علاوہ کسی اور چیز سے "رہنمائی" حاصل کر کے کسی بات کا فیصلہ کرے گی۔ تو آپ کو اس کا پابند ہونا پڑے گا کیونکہ عدالت کو آپ خود یہ اختیار دے رہے ہیں۔ کہ وہ شریعت کے احکام کی تعبیر کرتے ہوئے کتاب و سنت کے علاوہ کسی اور چیز کی طرف بھی رجوع کر سکتی ہے۔ عدالتی نظیروں کی مثال یہاں بے محل ہے۔ کیونکہ قانون میں صراحت موجود نہ ہو کہ نظیروں سے لازماً رہنمائی حاصل کرنی ہے۔ تو عدالت ان کی پابند نہیں۔ لیکن شریعت بل میں تو آپ شریعت کی تعریف والی دفعہ میں اس کی تعریف کو ایک توضیح کا پابند بنا رہے ہیں۔ آپ نے شریعت اور اس کی تعریف کو آزاد رہنے ہی نہیں دیا بلکہ شرط لگا دی ہے۔ کہ اس کے احکام کی تعبیر فلاں فلاں چیز کی روشنی میں ہوگی۔ آپ اپنی مسجد میں اور مدرسہ میں تو جیسی تعبیر چاہیں کریں مگر عدالت کہے گی کہ قانون میں لکھا تو یہی ہے۔ کہ "شریعت سے مراد کتاب و سنت ہے"۔ مگر ساتھ یہ بھی لکھا ہے۔ کہ اسے سمجھنے کے لیے فلاں فلاں چیز کی ضرورت ہے۔ لہٰذا ہم تو شریعت اور کتاب و سنت کو انہی چیزوں کی روشنی و رہنمائی میں سمجھیں گے، ان سے ہٹ کر نہیں۔ اب بتائیے "رہنمائی" اور "پابندی" میں کیا فرق باقی رہا؟ میں پھر گذارش کرتا ہوں کہ لفظی کھیلوں سے عوام کو مغالطے نہ دیں۔ عملاً آپ بھی جانتے ہیں۔ کہ اس بل سے کتاب و سنت کا نظام نافذ نہیں ہوگا۔ کیونکہ عدالتیں کتاب و سنت کی تعبیر فقہا کی آراء وغیرہ کی روشنی میں ہی کریں گے۔ کیونکہ "توضیح" نے ان پر ایسا کرنے کی پابندی عائد کر دی ہے۔

رہا آپ کا مذکورہ آیت اور حدیث سے استدلال۔ مجوزہ شریعت بل کا اہل حدیث کو اس کی منظوری سے پہلے ہی جو فوری نقصان پہنچا ہے وہ یہ ہے۔ کہ اہل حدیث علماء وہ دلائل پیش کرنے لگے ہیں۔ جو اہل تقلید و فقہ تقلید کی حمایت میں پیش کیا کرتے ہیں۔ اس بل اور اس کی حمایت سے مسلک اہلحدیث کو نقصان اور تقلیدی مسلک کو فروغ ہوگا۔ کیونکہ نہ صرف دفعہ نمبر ۲ (ج) کی "توضیح" انکے مسلک کو تقویت دیتی ہے۔ بلکہ دفعہ نمبر ۱۲ میں بھی کہا گیا ہے۔ کہ قرآن و سنت کی تعبیر کا طریق کار وہی معتبر ہوگا۔ جو مسلمہ مجتہدین کے اصول تفسیر و حدیث و فقہ کے مطابق ہو۔ دفعہ نمبر ۲ (ج) کی توضیح اور دفعہ نمبر ۱۲ اس ملک میں کتاب و سنت کو نہیں بلکہ فقہ کے پیچ در پیچ نظام کو لائیں گے۔ جو بہت جگہ کتاب و سنت سے براہِ راست ٹکراتا ہے۔

ع۔ اگر اہل تقلید فاسئلوا اہل الذکر ...... سے استدلال کرتے ہیں۔ تو کیا ہم اس آیت کو قرآن سے نکال دیں؟ جہاں تک دفعہ نمبر ۱۲ کا تعلق ہے۔ اس میں اصول فقہ کو الگ شمار نہیں کیا گیا۔ بلکہ "اصول حدیث و فقہ" کہا گیا ہے۔ تاہم قرآن و سنت کو سمجھنے کے لئے ہمیں اصول فقہ کی بھی ضرورت ہے۔ اسے ایک مثال سے سمجھیں۔ قرآن نے کہا ہے۔ کہ اپنی بیوی کی پہلے خاوند سے پیدا شدہ لڑکی سے شادی کرو، یہاں نفاذ ربائبکم التی فی حجورکم ہیں یعنی اپنی بیویوں کی ان بیٹیوں سے شادی نہ کرو۔ جو تمہاری

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گود میں ہوں اگر اس آیت کو اصولِ فقہ کی روشنی میں نہ سمجھا جائے۔ تو کہا جا سکتا ہے۔ کہ جو بیٹیاں گود میں نہ ہوں۔ یعنی بیوی کے ساتھ چھوٹی عمر میں آنے کی بجائے جوان عمر میں آئیں، ان سے شادی ہو سکتی ہے۔ حالانکہ یہ غلط ہے معلوم ہوا قرآن و حدیث سمجھنے کے لئے اصولِ فقہ ضروری ہیں۔

س: فاسئلوا اھل الذکر .... وغیرہ قرآن کی آیات ہیں۔ منکرانِ سے وہ کام نہیں۔ جو اہلِ تقلید لیتے ہیں۔ علماء سے پوچھیں مگر اندھی تقلید نہ کریں اور چیز کو کتاب و سنت پر پرکھیں حاکم اور قاضی کتاب و سنت کو بنائیں کسی اور چیز کو نہیں۔ ورکتاب و سنت کی تعبیر کو کسی چیز کی رہنمائی سے مشروط اور اس کا پابند نہ کریں۔ فقہ کا وہ کون سا اصول ہے۔ جس کے بغیر آپ کی پیش کردہ مثل والی آیت درست سمجھی نہیں جا سکتی؟

آپ بھی جانتے ہیں کہ فقہ کے بہت سے اصول آیات و احادیث کے انکار اور رد کیلئے وضع اور استعمال ہوئے ہیں۔ اہلِ فقہ نے بہت سی صحیح احادیث کا اصولِ فقہ کی آڑ لیکر انکار کیا ہے۔ افسوس ہے آپ اہلحدیث عالم ہونے کے باوجود ان اصول کی وکالت کر رہے ہیں۔ اہلحدیث کے نزدیک اور قرآن کے فرمان کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا فرمان یعنی حدیث و قرآن اور ان کے احکام کو سمجھنے کے لئے کافی ہے۔ قرآن و سنت اصولِ فقہ کے محتاج نہیں۔

ع: مذکورہ آیت میں "فی حجورکم" قید احترازی ہے، ور نفرت دلانے کے لئے استعمال ہوئی ہے؟

یعنی اپنی گود والی بچیوں سے نکاح کرنا، اس فعل سے نفرت دلانے کے لئے۔ ورنہ بیوی کی جوان بیٹی سے بھی نکاح ممنوع ہے۔ فقہ اور اصولِ فقہ قرآن و سنت کو سمجھنے کے لئے اور احکام اخذ کرنے کے لئے ضروری ہیں۔ اسی لئے تو ہم انہیں اپنے مدارس میں پڑھاتے ہیں۔ امام شافعیؒ جیسے محدث نے بھی اصولِ فقہ کی ضرورت محسوس کی اور اس موضوع پر "الرسالہ" تصنیف کیا۔ اگر قرآن و سنت کے احکام کی تعبیر اصولِ فقہ اور اجماع و تعامل وغیرہ کی روشنی میں نہ کی جائے تو الحاد اور پرویزیت کا خطرہ ہے۔ امام شافعیؒ نے بھی اجماع کی حمایت کی ہے۔ اجماع، اصولِ فقہ فقہا کی آراء وغیرہ سے رہنمائی لینی چاہیئے۔ کسی سے رہنمائی نہ لینا تو خوارج کا عقیدہ ہے۔

س: اللہ تعالیٰ نے فرمایا "ان علینا بیانہ" اور "انزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم" لہٰذا قرآن کی توضیح، تفسیر اور بیان کیلئے حدیث موجود ہے۔ اور حدیث و سنت خود بھی احکام شریعت معلوم کرنے کا ذریعہ ہے۔

امام شوکانی رحمہ کے الفاظ میں "السنۃ المطہرۃ مستقلۃ بتشریع الاحکام (ارشاد الفحول ص ۳۱) بیوی کی بیٹی سے نکاح کا مسئلہ ہو یا دیگر احکامِ شریعت انہیں صحابہؓ نے قرآن و سنت ہی سے معلوم کیا، اصولِ فقہ سے نہیں۔ ہم چونکہ اہلِ زبان نہیں اس لئے قرآن و حدیث سمجھنے کے لئے لغت سے بھی مدد لیں گے مگر اس بات کا فیصلہ قرآن و حدیث ہی سے ہوگا نہ کہ اصولِ فقہ اور فقہ سے کہ قرآن و حدیث

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی کون سی تشریح، تفسیر اور وضاحت قرآن وحدیث کے مطابق ہے۔ الحاد اور تجدد پرستی کے غلو کا ازالہ بھی اصولِ فقہ سے نہیں قرآن کو صرف حدیث کی روشنی میں سمجھنے ہی سے ہوگا قرآن اور شریعت کو فرمانِ رسولؐ کی روشنی میں سمجھنا خوارج کا نہیں اہلِ حدیث کا عقیدہ اور اپنے مسلک کے مدارس میں فقہ اور اصول فقہ ہم وسعتِ معلومات اور اہلِ فقہ کا موقف و انداز طلبہ کو سمجھانے اور بتانے کے لئے پڑھاتے ہیں۔ جیسا کہ ہم انہیں شیعت، عیسائیت وغیرہ کے دلائل سے بھی آگاہ کرتے ہیں۔ بہت سے اصولِ فقہ سے قرآن وحدیث کی بہت سی چیزوں کا انکار کرنے کا کام لیا گیا ہے۔ جن کا بیان ہماری ہر سٹیج سے ہوتا ہے۔ اگر فقہ و اصولِ فقہ کی اتنی حمایت ہی کرنی تھی۔ تو آج تک ہمارے مبلغین اور علماء ان کی مخالفت میں کیوں سرگرم رہے ہیں؟۔

امام شافعیؒ نے "الرسالہ" میں زیادہ زور سُنّت کے دین و شریعت کا اہم اور بنیادی ماخذ ہونے ہی پر دیا ہے۔ اور کتاب الام میں کئی مثالیں دی ہیں۔ کہ صحابہ نے اگر کبھی کسی مسئلہ میں کوئی ایسا موقف اختیار کر لیا۔ جس کے خلاف حدیث اور سُنّت کی کوئی دلیل موجود تھی تو دلیل سامنے آنے پر اس سے رجوع کر لیا مثلاً حضرت عمرؓ دیت سے میت کی بیوی کو حصہ دینے کے قائل نہیں تھے ضحاک بن سفیان نے انہیں اس سلسلہ میں نبی کریمؐ کے فیصلہ سے آگاہ کیا تو آپ نے اپنی رائے اور سمجھ کو چھوڑ کر حدیث کے مطابق فیصلہ کیا۔ (کتاب الام جلد ۶ صفحہ ۷۷) آپ الرسالہ کا اصل موضوع لوگوں کو بتا ئیں۔ اس کے حوالہ سے تمام اصول فقہ کی حمایت نہ کریں آپ کے شریعت بل میں تو کتاب و سُنّت کی تعبیر و توضیح کو بلا تصریح "مسلمہ فقہائے اسلام" تعاملِ اہلِ بیت وغیرہ "اور مسلمہ مجتہدین" کے اصول بلکہ آراء کے تابع کیا گیا ہے۔ اور یہی اس کی سب سے بڑی خرابی ہے۔ مسلمہ کا لفظ ویسے بھی بلا وضاحت اور (Vague) ہے۔ اور آپ جانتے ہیں۔ کہ اہل فقہ و تقلید تو کئی جلیل القدر صحابہؓ اور امام بخاریؒ جیسے محدثین کو بھی فقیہہ شمار نہیں کرتے شریعت بل کی مزید خرابی یہ ہے۔ کہ اس میں کتاب و سُنّت کے علاوہ ان دوسری چیزوں کو شریعت کے احکام کے ماخذ قرار دیا گیا ہے۔ اور انہیں "رہنمائی" کا درجہ دیا گیا ہے۔ جبکہ ہمارے رہنما صرف کتاب و سُنّت ہیں۔ نیز اس میں سنت نبویؐ کے ساتھ سُنّت کی ایک اور قسم سُنّت خلفائے راشدین کی گئی ہے جبکہ حدیث علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المہدیین میں سُنّتِ خلفاء سے مراد سُنّتِ نبویؐ ہی ہے کیونکہ حضرت عمرؓ وغیرہ کی مثال سے ظاہر ہے۔ کہ ان کا طریقہ سُنّتِ نبویؐ ہی کی پیروی تھا۔ پھر جن لوگوں (شیعوں) کو خوش کرنے کے لئے آپ نے تعامل اہلبیت کے الفاظ بڑھائے ہیں۔ ان کا کتاب سنت کا تصور بنیادی طور پر ہم سے مختلف ہے وہ اس اضافہ سے راضی بھی نہیں ہوئے اور اس سے آپ نے کتاب و سُنّت کی درست تعبیر میں مزید الجھنیں بھی پیدا کر دی ہیں۔ جہاں تک اجماع

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تعلق ہے ہم اسے کتاب و سنت کے برابر دین کا ماخذ تسلیم نہیں کرتے۔ اسی لیئے امام شوکانی نے لکھا ہے۔
قالا مذین بحجیۃ الاجماع ہم اجماع کے (کتاب و سنت کی طرح) حجت ہونے کے قائل نہیں (نیل الا
ص وطار جلد نمبر ۳ صفحہ ۷۷) اور ابن حزم نے واضح کیا ہے کہ اہل حدیث کا اجماع یہ ہے کہ انہوں نے
صرف ان دو چیزوں کو دین اور شریعت میں حجت تسلیم کیا ہے۔ جن کے حجت ہونے پر سب کا اجماع
واتفاق ہے یعنی کتاب و سنت گویا ہمارے لیے شریعت، احکام شریعت، فقہ، اصول، اجماع،
سب صرف کتاب و سنت ہیں۔ (احکام جلد نمبر ۱ صفحہ ۴۹)

ع اہل تقلید اگر امام بخاریؒ کو فقیہ نہیں مانتے تو ہم انہیں محدث کی حیثیت سے منوائیں گے اپنے مدارس میں صحیح بخاری تو وہ بھی پڑھاتے ہیں۔ وہ اگر (دفعہ نمبر ۸ کے تحت) ہمیں "مسلم" اسلامی فرقوں میں شمار نہیں کرتے تو نہ کریں۔ ہم کون سا فرقہ ہیں۔ ہم تو مسلمان ہیں۔ ہمارے امام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ مجوزہ بل کی دفعہ نمبر ۸ بائیس نکات کی دفعہ نمبر ۹ سے بہر حال بہتر ہے۔ جس میں ہر فرقہ کا الگ قاضی اور جج اسی فرقہ سے تعلق رکھنے والا مقرر کرنے کی گنجائش تھی۔ یہ ابتدائی شریعت بل سے بھی بہتر ہے بلکہ اب سو فیصد ہمارے مسلک کے مطابق ہو گیا ہے۔ آپ کے مستغرق قائدین اہل حدیث نے تو سینٹ میں پیش کردہ بل کی صرف شق ج، د پر اعتراض کیا تھا اور ۷ اپریل سنہ کے علماء اہل حدیث کنونشن میں اس بل کی حمایت کی تھی اس بل سے تو ہمارے لیے کتاب و سنت کو منوانے کا دروازہ کھل رہا ہے۔ کہ ہم عدالتوں کو بتائیں کہ ہماری فقہ قرآن و سنت سے ثابت ہے۔ جو چیز قرآن و سنت کے خلاف ہو گی۔ اسے ہم ٹھکرا دیں گے۔ ورنہ عدالتیں بھی اسے ٹھکرا دیں گی۔ یہ بل ایک اہلحدیث کے قلم سے اہل حدیث کے مسلک کے مطابق ہے۔ اس لیئے اسے قبول کرنا چاہیئے۔ اس میں کتاب و سنت کے علاوہ جن چیزوں کا احکام شریعت کی تعبیر کے ضمن میں ذکر ہے۔ رہنمائی کے لیے ہے۔ جن میں سنت خلفائے راشدین بھی ہے۔ جو (مثلاً جمعہ کی دوسری اذان وغیرہ خلفاء کے احکام) شریعت کے منافی نہیں۔

س امام بخاریؒ کو "منوانے" رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا امام ماننے اور قرآن و سنت کے خلاف چیز کو ٹھکرانے کی باتیں تو سب اہل حدیث کرتے ہیں آپ شریعت بل کے حوالہ سے بتائیں کہ یہ کس طرح ہمارے مسلک کی ترجمانی کرتا ہے۔ اگر کسی اہلحدیث کے قلم نے اسے مرتب کرنے کی غلطی کر ہی لی ہے تو اسے اپنی غلطی پر اتنا اصرار نہ کرنا چاہیئے۔ کہ مسلک کے سراسر خلاف چیز کو سراسر مسلک کے مطابق ثابت کرنے کی کوشش کرتا چلا جائے۔ قائدین اہلحدیث کو غلط الزام نہ دیں۔ ہمارے قائدین نے کبھی اس خلاف کتاب و سنت "شریعت بل" کو قبول نہیں کیا۔

خلفائے راشدین کی بھی وہی بات قبول ہوتی ہے۔ جس کی دلیل کتاب و سنت سے ہو۔ زبانی تو آپ بھی کہہ رہے ہیں۔ کہ جو چیز کتاب و سنت کے منافی ہو گی۔ ٹھکرا دی جائے گی۔ مگر ہمیں بتائیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہ شریعت بل کی کون سی شق اس بات کی ضمانت دیتی ہے۔ اسی بات پر فیصلہ ہو جائے گا۔ نیز اس بل کا یہ پہلو بھی سامنے رکھیں۔ کہ یہ دستور کا حصہ نہیں۔ عام قانون ہے۔ اور اس کی دفعہ نمبر ۱۰ کی رو سے مرکزی حکومت کو اختیار (اس پر پابندی نہیں) کر دیا گیا ہے۔ کہ اس کے نفاذ کے لیئے قواعد وضع کرے اور ان قواعد کا نفاذ اس دن سے ہوگا۔ جب انہیں گزٹ میں شائع کیا جائے گا۔ اس طرح اگر برخلاف کتاب و سُنّت "شریعت بل" خدانخواستہ پاس بھی ہو جائے تو اس کا نفاذ حکومت کی مرضی پر ہوگا بہرحال اصل مسئلہ آپ کی زبانی باتیں نہیں بلکہ یہ ہے۔ کہ ہم تو کتاب و سُنّت کے منافی باتوں کو ٹھکرانے

اور دیوار پر مارنے کا زبانی اعلان کرتے ہی رہتے ہیں۔ شریعت بل میں کون سی ضمانت ہے۔ کہ کتاب و سُنّت کے منافی چیزوں کو رد کر دیا جائے گا؟

ج:- شریعت بل جب پاس ہو کر ایکٹ (قانون) بن جائے گا۔ تو اس کے نفاذ کے لیئے قواعد و ضوابط کی ضرورت ہوگی۔ جو حکومت بنائے گی۔ اور اسے عملاً نافذ کرنے کے لیئے دستور میں ترمیم بھی کی جائے گی جس کے لیئے کام ہو رہا ہے۔ جہاں تک آپ کے اس بنیادی سوال کا تعلق ہے کہ شریعت بل کی کون سی دفعہ اور شق اس بات کی ضمانت دیتی ہے۔ کہ کتاب و سُنّت کے منافی چیزوں کو عدالتیں رد کر دیں گی۔ تو گزارش ہے کہ آپ نے شاید دفعہ نمبر ۳ اور دفعہ نمبر ۴ کا مطالعہ نہیں کیا۔ جن میں شریعت کو "بالاتر قانون" کی حیثیت دی گئی ہے۔ اور کہا گیا ہے۔ کہ شریعت کے خلاف فیصلوں کی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہوگی۔ اب آپ اسی بل کی دفعہ نمبر ۲ (ج) میں شریعت کی تعریف پڑھیں کہ اس سے مراد قرآن و سُنّت ہیں۔ جب آپ دفعہ نمبر ۳ اور ۴ میں "شریعت" کی بجائے اس کی تعریف کو رکھیں گے تو بات یہی بنے گی کہ "کتاب و سُنّت" ملک کا بالاتر قانون ہوگا۔ اور اس کے خلاف فیصلوں کی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہوگی" اب آپ اس بل کی دفعہ نمبر ۲ (ج) میں شریعت کی تعریف پڑھ لیں۔ کہ اس سے مراد قرآن و سُنّت ہیں۔ جب آپ دفعہ نمبر ۳ اور ۴ میں "شریعت" کی بجائے اس کی تعریف کو رکھیں گے۔ تو بات یہی بنے گی۔ کہ "کتاب و سُنّت" ملک کا بالاتر قانون ہوگا۔ اور اس کے خلاف فیصلوں کی کوئی قانونی حیثیت نہ ہوگی۔

س:- وَاِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ ہم جہاں سے چلے تھے وہیں آ گئے۔ جس چیز کو آپ نے ثابت کرنا تھا۔ اسی کو ثبوت کے طور پر پیش کر رہے ہیں۔ جناب بحث تو یہی ہے۔ کہ آیا اس شریعت بل میں شریعت سے مراد واقعی قرآن و سُنّت ہیں۔ یا کچھ اور بھی شریعت بل یا اس کی دفعہ نمبر ۳ اور نمبر ۴ میں وہ کون سی بات ہے۔ جس کا میں نے مطالعہ نہیں کیا۔ ان میں "شریعت" کو ملک کا بالاتر قانون کہا گیا ہے اور اس کے خلاف فیصلوں کی قانونی حیثیت نہیں کی گئی۔ مگر اس بل میں لفظ شریعت سے جو مراد لی گئی ہے وہ دفعہ نمبر ۲ (ج) مع اس کی توضیح میں مندرج ہے توضیح اس دفعہ کا باقاعدہ حصہ ہے۔ اور بل میں "شریعت" سے مراد صرف کتاب و سُنّت نہیں بلکہ "توضیح" میں شامل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

چیزیں ہیں (فقہا کی آراء وغیرہ) بھی ہیں عدالتیں احکامِ شریعت کی تعبیر کرتے ہوئے "توضیح" میں مندرج نام نہاد "ماخذ" ہی سے رہنمائی حاصل کریں گی۔ نہ کہ خالص کتاب و سنت سے پھر یہ کہنا کتنی بڑی جسارت ہے کہ یہ بل سراسر مسلک اہلِ حدیث کے مطابق ہے۔

ع۔ میں پہلے بتا چکا ہوں کہ رہنمائی اور پابندی میں فرق ہے۔ یہ بھی بتا چکا ہوں کہ شریعت اور احکامِ شریعت میں فرق ہے۔ دفعہ نمبر ۳ اور ۴ پر مزید غور کریں۔ ان دفعات کے تحت شریعت یعنی کتاب و سنت کو ملک کا بالاتر قانون قرار دیا گیا ہے لہٰذا یہ بل ہمارے مسلک کے خلاف نہیں۔

خلاصہ اور تبصرہ

۱۔ اہلِ حدیث کا مسلک صرف کتاب و سنت کی پیروی ہے۔ اور کتاب و سنت میں کتاب و سنت کے علاوہ کسی اور چیز کو شریعت اور اس کے احکام کا ماخذ اور بنیاد قرار نہیں دیا گیا۔ اوپر کے پورے مذاکرہ میں "س" کے اس بنیادی سوال کا جواب نہیں آیا کہ "اگر آپ کے نزدیک کتاب و سنت کے علاوہ کتاب و سنت ہی کی روشنی میں دین و شریعت کا کوئی اور ماخذ ہے تو بتائیں"۔

۲۔ قرآن نے "ما اُنزل" (یعنی کتاب و سنت) کی اتباع کا حکم دیا ہے اور کہا ہے کہ اس کے سوا کسی کی پیروی نہ کرو۔ شریعت بل کی دفعہ نمبر ۲ (ج) کی توضیح اور دفعہ نمبر ۲ میں شامل اصولِ فقہ "ما اُنزل" اور کتاب و سنت میں شامل نہیں۔ لہٰذا یہ شق مسلک اہلِ حدیث کے منافی ہے۔

۳۔ "ع" نے ماخذ و ماخوذ اور شریعت و احکامِ شریعت میں جو فرق کیا ہے۔ وہ صرف مصنوعی اور محض لفظی پر مبنی ہے۔ احکامِ شریعت کا حصہ ہیں اور انہیں شریعت سے الگ نہیں کیا جا سکتا شریعت وہ ہے۔ جسے خدا نے رسول کے ذریعہ مقرر کیا (شرع لکم من الدین) اور وہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا سے تشریف لے جانے سے پہلے مکمل ہو چکی ہے۔ اس کے احکام کو صحابہؓ نے ہمیشہ حدیث اور فرامین رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی روشنی ہی میں سمجھا اور ہم بھی اسی وقت تک اہلحدیث ہیں۔ جب ہمارا بھی یہی طریقہ ہو کہ دین، شریعت اور احکامِ شریعت کو قرآن و حدیث کی روشنی اور رہنمائی ہی میں سمجھیں، نہ کہ اصولِ فقہ اور فقہا کی آراء وغیرہ کی روشنی میں "س" کا یہ کہنا بالکل درست ہے۔ کہ احکامِ شریعت نہ صرف شریعت کا حصہ ہیں۔ بلکہ اہم ترین حصہ ہیں۔ جب آپ نے شریعت کے اہم ترین حصہ کی تعبیر کو کتاب و سنت کی بجائے کچھ اور چیزوں سے منسلک کر دیا۔ تو آپ مسلک اہلحدیث سے اسی طرح دور ہٹ گئے جس طرح حنفی، قرآن و حدیث کو ماننے کے باوجود ان سے ہٹ گئے ہیں۔

۴۔ "پابندی اور رہنمائی" میں فرق بھی حقیقی اور عملی نہیں۔ لفظ رہنما کو ویسے بھی لیا جائے تو "س" کا یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ شریعت اور اس کے احکام میں ہمارے رہنما صرف کتاب و سنت ہیں نہ کہ فقہا وغیرہ کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

راہ نگر رہنمائی اور رہنمائی میں کوئی لفظی فرق ہے بھی تو عمل کی دُنیا میں وہ بالکل صفر رہجائیگا

آپ جب بھی عدالت میں کتاب وسُنت کو پیش کریں گے۔ دوسری طرف سے اصُول فقہ اور مسلمہ فقہاء کی آراء، تعاملِ اہل بیت وغیرہ کو پیش کرکے کہا جائیگا۔ کہ کتاب وسُنت کی تعبیرات کی روشنی ورہنمائی میں کی جائے۔ اور یہ چیزیں چونکہ شریعت بل یا شریعت ایکٹ کی رُو سے قانون کا حصّہ بن چکی ہوں گی۔ لہٰذا عدالتیں ان کی رہنمائی لینے کی پابند ہوں گی، بات ذہی ہوگی کہ احکام شریعت کے فیصلے ان چیزوں کی (جو وحی، و "ما اُنزل" میں داخل نہیں) کی روشنی میں ہوں گے۔ اور شریعت بل کی یہ عبادت صرف متبرکت" کے طور پر لکھی رہ جائے گی کہ "شریعت سے مُراد کتاب وسُنت ہیں"۔ کیونکہ یہ عبارت اس کے نیچے لکھی ہوئی توضیح سے ہٹ کر کوئی قانونی معنے نہیں رکھتی۔

۵:- مندرجہ بالا مذاکرہ میں ع نے کتاب وسُنت کو سمجھنے کے لیے اور ان کے احکام جاننے کے لیے فقہ اور اصُولِ فقہ کی جس طرح حمایت اور وکالت کی ہے۔ وہ اہلِ فقہ وتقلید کے لیے تو باعثِ اطمینان ہو سکتی ہے۔ مگر اہلحدیث کے حقیقت شناسوں کی نظر میں وہ انتہائی قابلِ افسوس اور لائق مذمت ہے۔ صرف شریعت بل کو سو فیصدی مسلک اہل حدیث کے "مطابق" قرار دینے کے شوق میں (حالانکہ دل سے وہ بھی جانتے ہیں۔ کہ یہ کم ازکم "سو فیصدی" مسلک کے مطابق نہیں) وُہ یہ کہنے کی حد تک چلے گئے ہیں کہ کتاب وسُنت کو سمجھنے کیلیئے فقہ واصولِ فقہ کے بغیر کام نہیں چلتا۔ حالانکہ کتاب وسُنت "فقہا" ان کی آراء اور اصولوں سے پہلے موجود تھے۔ اور صحابہ وتابعین وغیرہ کے دور میں سمجھے جاتے تھے۔

ع مذ کا یہ مؤقف سراسر مسلک اہلِ حدیث کے خلاف ہے۔ اور ان کا یہ کہنا عین مسلکِ اہلِ حدیث کے مطابق ہے کہ اگر کتاب وسُنت کو فقہ، اصُولِ فقہ اور فقہا کی آراء اور "تعاملِ اہل بیت" وغیرہ کی روشنی ہی میں سمجھنا ہے۔ تو اہلِ حدیث کے الگ اور منفرد وجود کی کیا ضرورت ہے۔ اور اب تک ہماری ہر سطح سے ان کی مخالفت کیوں ہوتی رہی ہے۔؟ نیز اگر بل "سو فیصد" ہمارے مسلک کے مطابق ہے۔ تو کیا ان اہلِ فقہ وتقلید کی عقلوں پر پردہ پڑ گیا تھا۔ جنہوں نے اس پر دستخط کردیئے؟

۶:- ع کو یہ ثابت کرنا تھا۔ کہ شریعت بل میں لفظ "شریعت" سے مُراد صرف کتاب وسُنت ہے۔ جب کہ اُس کا دعویٰ یہ تھا کہ دفعہ نمبر ۲ ج کی "توضیح" اور دفعہ نمبر ۱۴ کے ہوتے ہوئے شریعت بل میں "شریعت سے مُراد خالص کتاب وسُنت نہیں۔ اپنے اس دعویٰ کے "ثبوت" میں کہ شریعت بل کی دفعہ نمبر ۳ و ۴ نے یہ قرار دیا ہے۔ کہ جو چیز کتاب وسُنت کے منافی ہوگی، عدالتوں کے نزدیک مردود ہوگی، ع نے بل کی ان دفعات سے "کتاب وسُنت" کے الفاظ پیش کرنے کی بجائے "شریعت" کا لفظ پیش کیا۔ گویا جس بات کو ثابت کرنا تھا اسے ہی ثبوت کے طور پر پیش کیا۔ اور اس طرح دیانت، منطق اور مناظرہ کے اصُولوں کی خلاف ورزی کرتے ہوئے "مصادرہ علی المطلوب" کا ارتکاب کیا۔ اس

(باقی صفحہ ۲۷ پر)

© rasailojaraid.com